حضور ﷺ کی پیشین گوئیاں اور علم الغیب

مدرّس: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ ؓ ' قَالَ : کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ حَائِطٍ مِنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَۃِ' فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ ' فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : ((**اِفْتَحْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ**)) فَفَتَحْتُ لَہٗ فَاِذَا اَبُوْبَکْرٍ' فَبَشَّرْتُہٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَحَمِدَ اللّٰہَ' ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ' فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : ((**اِفْتَحْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ**)) فَفَتَحْتُ لَہٗ فَاِذَا عُمَرُ' فَاَخْبَرْتُہٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فَحَمِدَ اللّٰہَ' ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ' فَقَالَ لِیْ ((**اِفْتَحْ لَہٗ وَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ عَلٰی بَلْوٰی تُصِیْبُہٗ**)) فَاِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُہٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فَحَمِدَ اللّٰہَ' ثُمَّ قَالَ : اَللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں مدینہ کے ایک باغ میں نبی مکرم ﷺ کے ساتھ تھا تو ایک صاحب آئے اور انہوں نے دروازہ کھلوانا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لیے دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دو' میں نے ان صاحب کے لیے دروازہ کھول دیا تو دیکھا کہ وہ ابوبکر ہیں' میں نے ان کو جنت کی بشارت دی' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا' تو اس پر انہوں نے اللہ کی حمد کی (اور شکر ادا کیا)۔ پھر ایک اور صاحب آئے اور انہوں نے بھی دروازہ کھلوانا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ان کے لیے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی خوشخبری دو' تو میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ عمر ہیں' میں نے ان کو وہ بتلا دیا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تو انہوں نے اللہ کی حمد کی (اور شکر ادا کیا)۔ پھر ایک اور صاحب نے دروازہ کھلوانا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ان کے لیے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دو' ایک بڑی مصیبت پر جو ان کو پہنچے گی (میں نے دروازہ کھول دیا) تو دیکھا کہ وہ عثمان ہیں' تو میں نے ان کو وہ بتلا دیا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تو انہوں نے اللہ کی حمد کی (اور شکر ادا کیا) پھر کہا **اَللّٰہُ الْمستعان** (یعنی آنے والی مصیبت کے لیے میں اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں)۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ صحابی رسولؐ اور ممتاز تاریخی شخصیت ہیں۔ ۷ھ میں فتح خیبر کے موقع پر اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں معاذ بن جبل ؓ کے ساتھ تبلیغ کے لیے یمن بھیجا۔ عہد فاروقی میں پہلے بصرہ اور بعد میں کوفہ کے عامل رہے۔ جنگ صفّین میں حضرت علی ؓ کی طرف سے ثالث مقرر کیے گئے۔ آپؓ کا شمار فقہائے صحابہ میں ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ یہاں حائط کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حائط اس باغ کو کہتے ہیں جس کے گرداگرد چار دیواری ہو اور داخلے کے لیے دروازہ ہو۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو آپؐ نے دروازے پر محافظ اور نگران کے طور پر کھڑا کیا تھا۔ اسی دوران کسی شخص نے اندر آنے کی اجازت چاہی‘ آپؐ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو فرمایا کہ آنے والے کے لیے دروازہ کھول دیں اور اس کو جنت کی بشارت دیں۔ جب ابوموسیٰ اشعریؓ نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ابوبکر اندر آنا چاہ رہے ہیں۔ آپؓ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق جنت کی بشارت دی‘ جس پر انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور کلماتِ شکر ادا کیے اور اندر آ گئے۔ دوبارہ کسی نے دروازہ کھولنے کی استدعا کی اور اب کے بھی ابوموسیٰ اشعریؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے دروازہ کھولا تو عمر اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق انہیں بھی جنت کی بشارت دی گئی۔ اس پر انہوں نے بھی الحمد للہ کہا۔ بعد ازاں تیسری مرتبہ دروازہ کھولا گیا تو اجازت لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اندر آئے تو جنت کی خوشخبری کے ساتھ انہیں مصیبت اور ابتلاء کی خبر بھی دی گئی۔ جنت کی خوشخبری پر انہوں نے الحمد للہ کہا اور مصیبت کی اطلاع پر اللّٰہ المستعان کہہ کر اللہ سے مدد چاہی۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت کی خوشخبری دی۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع پر آپ نے کچھ دوسرے اصحاب کو بھی جنت کی بشارت دی تھی۔ مشہور حدیث میں آپ ﷺ نے دس اصحاب کو جنت کی بشارت دی جنہیں ''عشرہ مبشرہ'' کہتے ہیں۔ ان میں ان تینوں اصحاب کے علاوہ سات دوسرے اصحاب بھی شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابی فضیلت مآب ہیں۔ قرآن میں جابجا ان کی تعریف ہے۔ جنگ بدر میں شامل ہونے والے مجاہدین کو مغفرت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ سورۃ الفتح میں بیعت رضوان کا ذکر ہے جس میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (آیت ۱۸) کے الفاظ میں رضائے الٰہی کا تمغہ مل چکا ہے۔ اسی سورت میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ﴾ (آیت ۲۹) کہ کفار کے مقابلے میں جانباز مگر آپس میں رحم دل ہیں۔ مشہور محدّث حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے قلوب پر نظر ڈالی اور ان سب میں اپنے علم کے مطابق حضرت محمد ﷺ کو منتخب فرمایا اور اپنی رسالت کے ساتھ آپ کو مبعوث فرمایا۔ پھر آپ کے بعد لوگوں کے قلوب پر نظر ڈالی تو کچھ لوگوں کو آپؐ کے اصحاب اور اپنے دین کے ناصر و مددگار اور آپ کے وزراء و نائبین کے طور پر منتخب فرمایا۔ گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے چیدہ اور منتخب بندے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اصحابِ رسول اس اُمت کے بہترین لوگ ہیں۔ قرآن و حدیث کو دین کے اوّلین ماخذ تسلیم کرنے والے تمام اہلِ ایمان کا عقیدہ ہے کہ کوئی غیر صحابی خواہ کسی درجے کا متقی و محسن ہو وہ کسی ادنیٰ درجے کے صحابی کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صحابی وہ خوش نصیب شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کا مبارک چہرہ دیکھا اور ایمان کے ساتھ ہی اس دنیا سے رخصت ہوا۔

باغ کے اندر داخلے پر جب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان تینوں اصحاب کو جنت کی بشارت دی گئی تو ہر ایک نے اللہ کی حمد بیان کی‘ گویا آپ کی بشارت کو حق جانا۔ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسی خبر اللہ کی وحی سے ہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝﴾ (النجم)

''آپ اپنی خواہش سے زبان کو جنبش نہیں دیتے مگر وہ وحی الٰہی ہی ہوتی ہے''۔ زیر درس حدیث کے مطابق افرادِ اُمت پر ان اصحابِ ثلاثہ کے جنتی ہونے پر یقین کرنا لازمی ہو گیا۔

جب حضرت عثمان غنی ؓ کو بشارت دی گئی تو ساتھ ابتلاء و آزمائش کی خبر بھی دی گئی جس پر انہوں نے الحمد للہ کہا اور ساتھ اللّٰہ المستعان بھی کہا' یعنی مجھ پر جو ابتلاء آئے گی اُس میں میں اپنے اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ گویا ان کو یقین ہو گیا کہ جس طرح جنتی ہونے کی بشارت صحیح اور درست ہے اسی طرح آزمائش میں مبتلا ہونا بھی یقینی ہے۔ پھر تاریخ شاہد ہے کہ جس طرح کی ابتلاء میں حضرت عثمان ؓ ڈالے گئے ویسی آزمائش نہ ابوبکر ؓ کو پیش آئی نہ عمر ؓ کو اور حضرت عثمان ؓ کسی طرح بھی اس ابتلاء سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اقبال نے صحیح کہا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود!

حضرت ابوبکر اور عمر ؓ کو جنت کی بشارت اور حضرت عثمان ؓ کو جنت کی بشارت کے ساتھ ابتلاء کی خبر بھی انباء الغیب میں سے ہے۔ اس طرح غیب کی خبریں آپؐ نے اور بھی کئی موقعوں پر بتائی ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں بہت سی باتیں بتائی ہیں جن کو افرادِ اُمت حق جانتے ہیں۔ یہ ساری غیب کی خبریں ہیں' مگر اس سے کسی کو یہ شبہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ آپ ﷺ عالم الغیب یعنی غیب دان تھے' کیونکہ عالم الغیب صرف ایک اللہ ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ بار ہا اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۵۰ اور سورۂ ھود آیت ۳۱ کے الفاظ ایک جیسے ہیں: ﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ ''(اے پیغمبر) کہہ دیجیے میں تم کو یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں''۔ سورۃ النمل میں ارشاد ہوا: ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط﴾ (آیت ۶۵) ''کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے''۔

''عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ'' کے الفاظ قرآن میں صرف اللہ کے لیے ہی استعمال ہوئے ہیں اور کئی دفعہ آئے ہیں۔ مخلوق میں سے کسی کے لیے یہ الفاظ نہیں آئے' کیونکہ اللہ ہی عالم الغیب والشھادہ ہے' اس کے سوا اور کسی کی یہ صفت نہیں۔ ہاں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ غیب کی خبریں بتا دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے: ﴿ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ ط﴾ (آل عمران: ۴۴) ''یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں''۔ گویا جو غیب کی خبریں آپ نے دی ہیں' وہ اللہ نے آپ کو بتائی ہیں۔ سورۃ الانعام میں ارشاد ہے: ﴿وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ ط﴾ (آیت ۵۹) ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

جان لینا چاہیے کہ اللہ کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے' کیونکہ وہ الحکیم ہے۔ کوئی عبث کام اس کی شانِ رفیع کے شایاں نہیں۔ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو وہی علوم عطا فرمائے جو ان کے لیے مناسب اور ضروری تھے۔ غیر ضروری علوم خواہ وہ لوگوں کے نزدیک کتنے اہم ہوں اللہ نے اپنے پیغمبر کو نہیں دیے۔ عرب کا بچہ بچہ شعر کہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا۔ سورۂ یٰسین میں ہے: ﴿وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَہٗ ط﴾ (آیت ۶۹) ''ہم

نے انہیں شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ آپؐ کے شایاں تھی''۔ اسی طرح خواندہ ہونا عام لوگوں کے لیے کتنی بڑی خوبی ہے' مگر آپؐ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ آپؐ نے دنیاوی علوم مثلاً سائنس' تاریخ وغیرہ کی کتابیں نہیں پڑھی تھیں' مگر اللہ نے تمام ضروری علوم کے لیے آپ کا سینہ کھول دیا تھا۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور اسی کو زیب دیتا ہے۔ اللہ کا کوئی ہمسر نہیں' لہٰذا غیب کا علم مخلوق کے لیے نہ مفید ہے نہ مناسب۔

ہاں غیب کی جو خبریں آپؐ کے شایانِ شان تھیں وہ ضرور آپ کو بتا دی گئیں۔ آپؐ کو خواہ مخواہ عالم الغیب کہنے سے آپ کی رفعت شان میں فرق آتا ہے' مثلاً بئر معونہ کا واقعہ دیکھ لیجیے۔ بنو سلیم کی ملکیت مدینہ کا ایک کنواں تھا' اس کے آس پاس کے علاقے کو بھی بئر معونہ کہتے تھے۔ بنو عامر کا ایک سردار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تعلیم و تبلیغ کے لیے کچھ مسلمانوں کو ساتھ بھیجنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے برضا و رغبت ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک وفد اس کے ساتھ بھیج دیا۔ وہ لوگ جھوٹے تھے۔ جب صحابہ کرامؓ بئر معونہ پہنچے تو وہاں کے سردار نے اپنے قبیلے کو ان پر حملہ کرنے کو کہا۔ مسلمانوں نے مقابلہ کیا مگر حضرت کعب بن زیدؓ کے سوا سب شہید کر دیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپؐ کو بہت غم ہوا اور آپؐ ایک ماہ تک بئر معونہ کے قاتلوں کے لیے بددعا کرتے رہے۔ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو ان کی سازش کا علم ہوتا تو آپ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے پاس نہ بھیجتے۔ یہ واقعہ اور اس طرح کے اور کئی واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کی ان باتوں کا ہی علم تھا جن کے بارے میں اللہ آپؐ کو خبر دے دیتا۔ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لاشریک ہے اسی طرح وہ اپنی صفات میں بھی یکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کی طرح اس کا علم بھی بے مثل اور بے حد و حساب ہے اور مخلوق میں سے کوئی بھی عالم الغیب نہیں' جس کے پاس جو بھی علم یا صلاحیت ہے وہ اللہ ہی کی عطا کردہ ہے۔ قرآن اور حدیث میں عالم الغیب کے الفاظ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مستقبل کے بارے میں جو باتیں بتائی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی بنیاد پر بتائی ہیں' اس لیے وہ ہو بہو اسی طرح واقع ہوئیں اور ہوں گی جس طرح آپؐ نے فرمائی ہیں۔ اس حدیث میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے ایک عظیم آزمائش اور مصیبت کی خبر دی تھی' لہٰذا یہ پیشین گوئی آپؐ کی شہادت کے واقعہ کی صورت میں پوری ہوئی' جبکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ تینوں حضرات کو رسول اللہ ﷺ نے فرداً فرداً جنت کی بشارت دی اور انہوں نے الحمد للہ کہہ کر اللہ کی حمد اور شکر ادا کیا۔ یعنی وہ جانتے تھے کہ جنت کی یہ بشارت آپؐ از خود نہیں دے رہے بلکہ مستقبل کی یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر پا کر ہی بتا رہے ہیں اور حمد اور شکر کا سزاوار بھی تنہا اللہ ہے۔ اسی طرح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آنے والی مصیبت کی خبر دی گئی تو انہوں نے اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ کہہ کر اس ابتلاء میں پورے اترنے کے لیے اللہ ہی سے استعانت کی' کیونکہ عبادت کی طرح استعانت بھی اسی سے ہے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام کے معاملے میں آزمائش میں ڈالا گیا تو انہوں نے بھی وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ کے لفظ کہہ کر اللہ ہی سے مدد چاہی تھی' گویا استعانت بھی اللہ سے ہے۔ جیسا کہ سورۃ الفاتحہ کے الفاظ ہیں کہ: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۝﴾ ''اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کریں گے اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے۔''

❁❁❁